

باب نمبر 13

نظام مصطفیٰ ﷺ کی بالادستی

افادات

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب

www.SirateMustaqeem.net

اویسی بک سٹال

جامع مسجد رضائے مجتبیٰ پیپلز کالونی گوجرانوالہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَأَوْلِيَاءِ أُمَّتِهِ أَجْمَعِينَ
أَمَّا بَعْدُ: فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيمُ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ الْأَمِينُ
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
وَعَلَى آلِكَ وَأَصْحَابِكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ
مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلَى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمْ

اللہ تبارک و تعالیٰ جل جلالہ و عظم شانہ و اتم برہانہ کی حمد و ثناء اور حضور
شافع یوم النشور و تنگیں جہاں غمگسار زمان سید سرورائے حامی بے کساں، امام المرسلین، خاتم
النبیین، احمد مجتبیٰ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیہ درود و سلام عرض
کرنے کے بعد

نہایت ہی محترم علماء کرام و معزز حضرات و خواتین

رب ذوالجلال کے فضل اور توفیق سے ماہ رمضان المبارک کے سعادت افروز
لمحات میں صراط مستقیم کی طرف سے ہمیں آج فہم دین کورس کے تیرہویں سبق میں

شرکت کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمارا آج تک کا یہ علمی سفر اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہمیں صحت و عافیت کے ساتھ اس کورس کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

مختتم سامعین حضرات!

ہماری آج کی گفتگو کا موضوع

”نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی“ ہے

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سمجھنے کی اور اپنے ملک میں اور پوری کائنات میں اس نظام کو نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے مختتم سامعین حضرات!

آج ہم تاریخ کے جس نازک موڑ سے گزر رہے ہیں اور امت مسلمہ پر جتنے خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں اور صفحہ ہستی پر جس قدر امت مسلمہ کو ظلم و بربریت کا سامنا ہے۔ ایسے حالات میں ہماری نجات کیلئے اور دونوں جہاں میں سرخرو ہونے کیلئے یہ لازم ہے کہ ہم اُس مقدس نظام کی بالادستی اور اُس کے پیغام کو عام کریں جس نظام نے کائنات میں سب سے بڑا انقلاب برپا کیا اور عرب کے ریگزاروں سے اُس نظام نے حق بہاروں کا آغاز کیا تو پوری دنیا کو اس سے بہار آشنا کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف کی سلطنت میں جس نظام کو پروان چڑھا کر پوری کائنات کا نظام بنایا۔ آج واقعی طور پر اگر ہمیں پھر امن و چاہت کی امن و آشتی کی اور انسانی عظیم اقدار کی رفعتوں کی ضرورت ہے تو پھر ہمیں اسی نظام کا سہارا لینا ہو گا جو کہ دنیا میں بھی انسانی زندگی کے بلند معیار کا ضامن ہے اور عقبیٰ میں بھی فردوس کے بالا خانوں کا ضامن ہے۔ قرآن مجید نے بار بار اس نظام کو بیان کیا ہے۔ پورا قرآن اسی نظام کے بیان کی کتاب ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تراحدیث اسی کی تشریحات میں موجود ہیں۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقریباً ایک مترادف نام ہے۔
نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی ہم اس طرح تشریح کر سکتے ہیں کہ:
”نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف“

قَانُونٌ سَمَاوِيٌّ سَائِقٌ لِدَوَى الْعُقُولِ إِلَى الْخَيْرِ بِالذَّاتِ

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہ آسمانی قانون ہے جو کہ انسانوں کی خیر بالذات کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ زندگی کے ہر شعبے کا محور ہے۔ زندگی کے ہر شعبے میں رہنما ہے اور زندگی کے ہر شعبے میں انسان کی جو حقیقی بہتری ہے جس کو انسان کبھی عقل سے سمجھتا ہے اور کبھی بہتری اُس کی عقل سے ماورئی ہوتی ہے۔ اس تمام تر اصلاح کی طرف نظام بندے کو چلا کے لے جاتا ہے۔ اُس نظام کو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اگرچہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جامعیت کے لحاظ سے دین کے تمام شعبہ جات پر محیط ہے۔ عقائد بھی اس میں ہیں، اعمال کی تعلیم بھی ہے، معاملات کا بیان بھی ہے، اصلاح نفس اور اصلاح ظاہر و باطن بھی ہے اور تمام تر روشنی اس میں موجود ہے لیکن بالخصوص نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو سرفہرست اس کا وہ شعبہ ہمارے سامنے ہوتا کہ جس کا تعلق صحیح نبوت کے مطابق نظام سلطنت سے ہے۔ کائنات میں حکومت کیسے کی جائے؟ لوگوں کے مسائل کا حل کیسے کیا جائے؟ دنیا میں امن و آشتی کو کس طرح رائج کیا ہے؟ اور کس لحاظ سے گورنمنٹ ڈیپارٹمنٹ کے اندر اصلاح کی جائے اور لوگوں کے مسائل کو آسانی کے ساتھ حل کر کے ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے جو امن و آشتی کا گہوارہ بھی ہو اُس میں چلنے پھرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کو اتنے پیارے لگتے ہوں کہ اُن پر فرشتوں کو بھی رشک آتا ہو۔ اس انداز میں اُن کی سیرت نکھری ہوئی ہو اور کردار بے غبار ہو کہ جس کی وجہ سے زمین اُن کے وجود کو بوجھ نہ سمجھے بلکہ اُن کا قدم زمین کیلئے باعث سعادت ہو اور زمین چلتے پھرتے وقت بھی اُن کیلئے

دعائیں کرتی رہے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اصل میں نظام خدا تعالیٰ ہی ہے۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نظام الہی یہ مترادف اصطلاحیں ہیں۔ قرآن و سنت کی تشریحات کے لحاظ سے یہاں پر ہمیں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اگرچہ یہ تو ہے کہ پہلی شریعتوں میں جو نظام تھے اُن کو نظام الہی تو کہہ سکتے مگر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کہہ سکتے تھے۔ چونکہ ابھی وہاں پر سلسلہ جاری و ساری تھا۔ اُس نظام کو مکمل کیا جا رہا تھا۔ انسان کی جو طبعی عمر ہے اور انسانیت کا جو کچھ ہے اس کے لحاظ سے ابھی سوچ پروان چڑھ رہی تھی۔ لیکن جب آخری دین آ گیا تو اس وقت نظام الہی اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اصطلاحیں ایک ہی نظام کے نام کی حیثیت میں ہیں۔ یہی نظام شریعت ہے، یہی نظام دین ہے، یہی نظام قرآن ہے، یہی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور نظام خدا ہے۔

قرآن مجید نے ان دونوں کو یکجا بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سورہ الاحزاب کی آیت نمبر ۳۶ میں فرمان موجود ہے:

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ

کسی مسلمان مرد یا عورت کیلئے یہ اختیار نہیں کہ جب اُن کیلئے اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر دیں تو پھر اپنی ہٹ دھرمی پہ قائم رہے اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کو نہ مانے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”یہ کسی مومن مرد یا عورت کی شان نہیں“۔ مومن وہی ہے اور کلمہ پڑھنے کا مطلب ہی یہی ہے کہ ہر فیصلہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا جائے۔ ان کی چاہت کے تابع اپنے آپ کو کر دیا جائے جو وہ فیصلہ

کریں اُن کو ہی ایمان سمجھتے ہوئے سر تسلیم خم کر کے ان کو مانا جائے۔ یہ ایمان ہے کہ جب ان کی طرف سے فیصلہ آجائے تو اس وقت ان کے فیصلے کے آگے سر تسلیم خم کر دے لیکن کوئی شخص ان کے فیصلے کے بعد اپنی رائے کو پیش نہیں کر سکتا کہ مجھے یہ چیز اچھی لگتی اور مجھے فلاں چیز اچھی لگتی ہے اور رب کا فیصلہ فلاں طرح کا آگیا ہے۔ تو یہ مومن کی شان نہیں کہ وہ تقسیم کرے۔ اُس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے سامنے عقل کو قربان کرتے ہوئے اگر عقل مانتی ہے پھر بھی مانے۔ اگر عقل تسلیم نہیں کرتی پھر بھی عقل ایمان کے تابع کر کے اُس فیصلے کو تسلیم کرے تو اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم شریف کو اپنے ساتھ ذکر کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ

جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ فرمادیں۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے فیصلے کی نسبت اپنی طرف بھی کی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی کی کہ میرا فیصلہ وہی ہے جو میرے محبوب علیہ السلام کا ہے اور جو اُن کا فیصلہ ہے وہ میرا فیصلہ ہے۔ جو اُن کی حکومت اور نظام ہے وہ میرا نظام ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس انداز سے تشریح ہمارے لئے کر دی کہ ان دو باتوں میں کوئی فرق نہ کیا جائے۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات میرے نظام ہی کی بات ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں ایک ہی نظام کے بارے میں ہیں۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۶۲ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرَٰضَوْا

اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زیادہ حق کہ لوگ انہیں راضی

کریں۔ اب اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کو اپنی رضا کے ساتھ بیان کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو شریعت میں حیثیت ہے اُس کو واضح کیا۔ اس انداز میں کہ:

أَنْ يَرْضَوْهُ

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے ضمیر جمع کی استعمال نہیں کی بلکہ واحد کی استعمال کی ہے۔ ویسے یوں چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَنْ يَرْضَوْهُمَا

کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ حق دار ہیں کہ لوگوں دونوں کو راضی کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے دونوں کی جگہ ایک ہی ضمیر بیان فرمادی کہ یہ دونوں رضائیں حقیقت میں ایک ہی رضا ہے۔ دونوں کا معاملہ ایک ہی طرح کا ہے۔ دونوں کے فیصلے دونوں کی حکومت دونوں کے نظام ایک ہی طرح کے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے واحد کی ضمیر استعمال کر کے لوگوں کو متوجہ کیا کہ تم پر بھی لازم ہے کہ تم یہ بات چھوڑ دو کہ ہم کام کریں تو ہمارا بھائی راضی ہو جائے۔ ہمارے محلے والے راضی ہو جائیں یا دنیا والے راضی ہو جائیں۔ دیگر مخلوق کی رضا کو ثانوی حیثیت میں اپنے فیصلوں میں اپنی زندگی کے طریقے میں اور کسی کی رضا کو معیار بنا کے اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھالو۔ بس ان دو ذاتوں کی رضا سے اس کو معیار بنا کے اپنے آپ کو اس کے تابع کر کے زندگی گزارو گے تو اس زندگی کو کہا جائے گا کہ یہ زندگی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھاؤں میں گزاری جا رہی ہے۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کے مختلف مطلب ہیں۔

(۱) نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کا پہلا مطلب ہے

”بندے کی اپنی سوچ پر بالادستی“

اس کا پہلا مطلب یہ ہے کہ انسان کی اپنی سوچ کے لحاظ سے بالادستی۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا عظیم سمجھے کہ جب بھی کہیں معاملہ ہو جائے اس کی خواہش اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو مومن وہ ہے جو اپنی خواہش کو قدموں کے نیچے دبا دے اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند کر دے۔ روزانہ دنیا کے معاملات میں ہر روز بندے کو پیش آتی ہیں تو مومن کی شان یہ ہے کہ اُس کے دامن پر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کی ایسی چھاپ موجود ہو وہ کبھی بھی یہ پرواہ نہ کرے کہ میرا اتنا نقصان ہو جائے گا، میں اتنا پیچھے رہ جاؤں گا، رب کعبہ کی قسم ہے جو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے پیچھے رہتا ہے وہ حقیقت میں سب سے آگے گزر جاتا ہے۔

مثال کے طور پر بیع و شراء کا طریقہ ہے۔ اس کو رواج میں بہت اچھا سمجھا جاتا ہے اور بڑی کمائی ہوتی ہے۔ دوسری طرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو سود قرار دیا ہوا ہے یا اُس کو بیع باطل قرار دیا ہوا ہے یا بیع فاسد قرار دیا ہوا ہے تو اب مومن کی یہ شان ہے کہ وہ منافع نہیں دیکھے گا کہ مجھے کتنا اس پہ منافع ملتا ہے بلکہ وہ یہ دیکھے گا کہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر راضی ہے یا نہیں۔ اگر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہے وہ سارے منافع چھوڑتا ہوا نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بلند کرے گا۔

ایسے ہی معاشرے کے اندر کچھ تعلقات ہیں، کچھ سوسائٹیز کے ساتھ اُس کے روابط ہیں۔ ایسے بہت سے معاملات بندے کے سامنے موجود ہوتے ہیں۔ ایک طرف اُس کو اختیار کرنے سے بہت چمک ملتی ہے اور دوسری طرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے پابندی لگا رکھی ہے کہ میرا ماننے والا ادھر نہیں جاسکتا تو مومن کی شان یہ ہے کہ اُس عارضی چمک کو نہیں دیکھے گا۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی چمک کو دیکھتا ہوا جو اس کی خلاف ورزی ہے اُس کی طرف خیال بھی نہیں کرے گا بلکہ سب کچھ چھوڑتا

ہو انظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا علمبردار بن جائے گا۔

قرآن مجید میں بہت سی آیات اس بارے میں موجود ہیں جو آج ہمارے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا اور عملاً اُس کو اپنی زندگی میں اتارنا لازم ہے۔ اُس کو یہ بیان کر رہی ہیں۔

آج عمومی طور پر جتنے فتنے فساد ہمارے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اُن میں سے ایک سوچ روشن خیالی کی شکل میں ہمیں دی جا رہی ہے۔ ہر طرف سے غیر مسلم ہمیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ایمان ایک دل کا معاملہ ہے اور زبان سے تم تو حید و رسالت کا اقرار کرتے رہو، باقی زندگی گزارنے میں جو تمہیں ضرورت ہے اُس کے بارے میں ایمان تمہیں مجبور نہیں کرتا، وہ نہہاری اپنی چاہت ہے۔ زندگی کے معاملات کو تم اپنی سوچ سے بہتر سرانجام دے سکتے ہو۔ لہذا ایمان کو صرف اعتقاد اور نظریے تک محدود رکھو اور اپنی پریکٹیکل لائف میں زمانہ جس طرح چل رہا ہے تم بھی اُسی طرح چلو۔ یہ ایک مسلم اُمہ کو سوچ دی جا رہی ہے تو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی جو پہلی جہت میں ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس بات کا پابند سمجھتا ہے کہ میں نے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور میں نے اسلام قبول کیا تو اس اسلام کا تعلق صرف میرے عقیدے کے ساتھ نہیں، اس کا تعلق میری پریکٹیکل لائف کے ساتھ بھی ہے۔

میرا اسلام ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ پرائیوٹ رہے اور میں اپنی زندگی اُس سے علیحدہ گزارتا رہوں، اس بالادستی کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو عملاً یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ میں نے جو کلمہ پڑھا ہے پوری زندگی اُس کے سائے تلے گزاروں گا۔ میرا کلمہ میری زندگی کے جس شعبہ پر راضی ہوگا، میں اپنی معیشت کیلئے وہ شعبہ اختیار کروں گا۔ اور میرا دین اُس معیشت کو چلانے کی جس طرح تعلیم دیتا ہے اُس کے مطابق میں اپنی زندگی کا کاروبار کروں گا۔

اگر اسلام میرے کسی معاہدے پر ناراض ہے، میرے کسی کاروبار پر ناراض ہے، میری زندگی کی کسی مصروفیات پر میرا دین اگر ناراض ہے تو مومن کی یہ شان ہوگی کہ وہ کہے گا میں دین کو ناراض نہیں کر سکتا، دنیا اگر ناراض ہوتی ہے تو ہو جائے، میں اگر اقتصادی حالت میں پیچھے رہتا ہوں تو رہ جاؤں لیکن میرے کلمے کا یہ تقاضا ہے کہ یہ کلمہ میرے ایمان کا بھی امام ہے اور میری دنیا کا بھی امام ہے۔ میرے کاروبار کا بھی امام ہے اس کو اسلام میں نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ مومن کی حقیقی شان ہے جس کی بنیاد پر اُس کو اپنے ایمان کی لذت محسوس ہوتی ہے۔ دوسری جہت کی بالادستی کا موضوع ایک طویل موضوع ہے کہ ہم دنیا کے مختلف نظاموں کے بارے میں کمپیئرٹو سٹڈی (Comparative Study) سے یہ ثابت کریں کہ فلاں نظام کی فلاں شق کے مقابلے میں اسلام کی یہ عظمت موجود ہے۔ ہم ضمناً اُس کا بھی ذکر کریں گے لیکن ابھی یہ جو ابتدائی کام ہے جس میں بعض جگہ نقب زنی ہو رہی ہے اور کمزوریاں ظاہر ہو رہی ہیں جو بندہ اپنی سوچ پر اس نظام کی بالادستی کو عملی مان لے گا تو اُسے خود سمجھ آ جائے گا کہ کائنات کا ہر نظام جو بندوں کا بنایا ہوا ہے اُس پر اللہ تعالیٰ کے نظام کی یقیناً برتری اور فوقیت موجود ہے۔

(۲) ایمان کے لحاظ سے بالادستی:

قرآن مجید میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے:
 فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
 (سورہ النساء، آیت ۶۵)

اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تمہارے رب کی قسم! لوگ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے اُس وقت تک اُن کا ایمان صحیح نہیں ہو سکتا۔

حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ

یہاں تک کہ وہ تجھے اپنا حاکم تسلیم نہ کر لیں، تمہاری حکومت اور تمہارے فیصلے کو جب تک وہ تسلیم نہ کر لیں۔

فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

اُن جھگڑوں میں جو اُن کے اندر موجود ہیں۔

یعنی جب اختلاف ہو گیا، جھگڑا ہو گیا کہ یہ کام کرنا ہے یا نہیں کرنا یا آپس میں کسی معاملے کے اندر جھگڑا ہو گیا۔ ایک اس کا حل اسلام میں ہے اور دوسرا اُس کا حل سوشلزم میں ہے تو فرمایا کوئی بندہ اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکے گا جب تک اُس کے اسلامی حل کو اپنے دین کا حصہ نہیں سمجھے گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اور آپ کی حاکمیت کو اللہ تعالیٰ نے اس انداز میں واضح کیا کہ جس طرح کلمہ گو کیلئے تمہیں رسول ماننا لازم ہے کہ اُس وقت وہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک تمہیں رسول تسلیم نہ کرے۔ فرمایا ایسے ہی اُس پر یہ لازم ہے حَتَّى يُحَكِّمُوكَ

جب تک وہ آپ کو حاکم نہ مان لے اُس وقت تک وہ مومن نہیں ہو سکتا۔ مومن وہ ہوگا جو تمہاری حکومت کو تمہارے نظام کو تمہارے فیصلے کو تسلیم کرے گا۔ اُس کو ایمان ملے گا۔

فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُ فِي أَنْفُسِهِمْ حَرْجًا مِّمَّا قُضِيَتْ

سب سے پہلے آپ کے فیصلے کو ماننا پھر اُس کے بعد یہ بھی دھیان رکھنا کہ کوئی فیصلہ بظاہر کسی کے خلاف ہو گیا ہے لیکن وہ فیصلہ شریعت کا فیصلہ ہے۔ اُس میں بندے کا نقصان ہوا ہے تو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کو ماننے کا مطلب یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ثُمَّ لَا يَجِدُ فِي أَنْفُسِهِمْ حَرْجًا

اُس فیصلے کے بعد ذہن میں خیال ہی نہیں آنا چاہئے کہ یہ میرا نقصان اسلام نے کر دیا ہے اور یہ میرا نقصان نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ اگر میں مومن نہ ہوتا اس کو تسلیم کر لیتا تو میرا کتنا فائدہ ہو جاتا۔ فیصلے کے بعد جو تھوڑا سا دل میں ملال رکھے یا اُس کے بارے میں کوئی رکاوٹ موجود ہو تو اسلام اُس بندے کو بھی پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَسْلِمُوا تَسْلِيمًا

اُسی کو ہم مومن قرار دیں گے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو آپ کی حاکمیت کو اور آپ کے نظام کو جان سے مان لے اور دل سے تسلیم کرے۔ اُس کو بظاہر خسارہ بھی نظر آ رہا ہو وہ ایک لمحہ بھی اُس خسارے کو خسارہ نہ سمجھے بلکہ اُس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نظارہ سمجھے اور اس بنیاد پر اس نظام کو ماننا ہو وہ زندگی کے شب و روز کو بسر کرتا رہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نظام کی بالادستی کے بہت سے واقعات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۰ میں فرمان ہے:

الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا نُزِّلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ

کیا آپ نے اُن لوگوں کو دیکھا جو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ قرآن مجید پر اور ایمان لے آئے پہلی کتابوں پر۔ یہ اُن کا دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کو مانتے ہیں اور قرآن پر ہمارا ایمان ہے۔ پہلی کتابوں کو بھی مانتے ہیں اور قرآن پر جب ایمان ہے تو مطلب کیا ہوا تو خید پر بھی ایمان رسالت پر بھی ایمان ہے۔ فرشتوں پر بھی ایمان ہے پہلے رسولوں پر بھی ایمان ہے، بعث بعد الموت پر بھی ایمان ہے تو ایمان کے سارے شعبہ جات سامنے آ گئے۔

اسلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يُرِيدُونَ اَنْ يَتَّحَاكُمُوا اِلَى الطَّاغُوتِ

ایمان لانے کے بعد وہ چاہتے ہیں کہ ہم نظام طاغوت کا مانیں گے، کلمہ اسلام کا پڑھیں گے لیکن نظام طاغوت کا مانیں گے وہ چاہتے ہیں کہ ہم فیصلے طاغوت سے کروائیں، ہمارے معاملات جھگڑوں کی صورت میں جو اصل اتھارٹی ہوگی وہ طاغوت کی ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ کو سجدہ بھی کریں گے، نبی علیہ السلام کی رسالت کو بھی مانیں گے، آخرت پر یقین بھی رکھیں گے لیکن اَنْ يَتَّحَاكُمُوا اِلَى الطَّاغُوتِ۔ حکومت طاغوت کی ہونی چاہیے اور نظام طاغوت کا ہونا چاہئے، جس وقت اُن لوگوں کی یہ صورتحال سامنے آئی تو

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَقَدْ اُمِرُوا اَنْ يَكْفُرُوا بِهٖ

حالانکہ ان کو ایمان کی جب دعوت دی گئی تھی تو یہ اُس دعوت کا حصہ تھا کہ تم نے طاغوت کو جھٹلانا ہے، تم اسلام کے علاوہ دیگر نظاموں کا انکار کرنا ہے، اس تو حید کو ماننے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ حکم اللہ کا مانا جائے اور حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مانا جائے۔ اب بھی جو قرآن پر ایمان لا کے دعویٰ یہ کرتا ہے کہ میں ایمان دار ہوں، میں نے کلمہ پڑھ لیا ہے لیکن حکومت میں کسی اور کا مانوں گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کے ایمان کو مسترد کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا

جن لوگوں نے یہ تقسیم بنا رکھی ہے کہ اسلام ایک عقیدہ ہے اور پریکٹیکل لائف ہم اپنی سوچ کے مطابق گزاریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان لوگوں کو شیطان نے گمراہ کر دیا، یہ شیطان کے بچے کے اسیر ہو گئے ہیں اور شیطان نے ان کو گرفتار کر لیا ہے۔ میرا

وہی بندہ مومن ہوگا جو ایمان لا کر پھر ہمیشہ کیلئے اس بات پر پابند ہو جائے گا کہ میرے سارے فیصلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں۔ میں کسی اور فیصلے کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان ذوات کا جو فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں موجود ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دوں گا اور اس کے مقابلے میں میں کسی نظام کی بات کو نہیں مانوں گا۔

ایک طرف نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک تجارت کی حیثیت ہے جو اُس کو حرام قرار دے دیا۔ دوسری طرف آج کے جو اقتصادی نظام ہیں انہوں نے اُس کو سرفہرست ہائی لائٹ کر کے رکھا ہوا ہے تو مومن کی شان یہ ہے کہ وہ طاغوت کے پاس نہیں جائے گا۔ وہ خالق کائنات کی رحمت سے فیصلہ کروائے گا اور اس بنیاد پر یہ لازم کر دیا ہے کہ وہ طاغوت کو مسترد کر دے اور اگر اُس نے یہ تقسیم بنالی کہ دین کا تعلق مجدوں کے ساتھ ہے یا روزے کے ساتھ ہے یا نماز کے ساتھ ہے دین کا بازاروں کے ساتھ کیا تعلق ہے اور زمین کے معاملات کے ساتھ کیا تعلق ہے اور ہماری بیع و شراء کے ساتھ کیا تعلق ہے اور ہمارے حلال و حرام کے ساتھ کیا تعلق ہے یہ اگر کسی نے سوچ بنالی تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا ہے:

يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا

ایسے لوگ معمولی سی گمراہی میں نہیں ہیں، بہت بڑی گمراہی میں پھنس چکے ہیں اور شیطان نے اُن کو گمراہ کر دیا۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ کلمے کے لحاظ سے بھی اُس کو مانا جائے گا اور نظام زندگی کے ہر شعبے میں بھی اُس کی برتری کو عملاً تسلیم کیا جائے گا۔

شان نزول:

یہ حدیث شریف ابن کثیر جلد ۱، صفحہ ۵۳۱ پر موجود ہے۔

یہ آیت کریمہ اُس وقت نازل ہوئی تھی کہ جس وقت ایک منافق اور ایک یہودی کا آپس میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس کا تعلق دنیاوی معاملات کے ساتھ تھا، نماز، روزے کے ساتھ اُس کا تعلق نہیں تھا جس وقت ایسا جھگڑا ہوا تو یہودی کہنے لگا:

بَيْنِي وَبَيْنَكَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
میرا اور تیرا فیصلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔
لیکن وہ منافق کہنے لگا:

بَيْنِي وَبَيْنَكَ كَعْبُ بْنُ أَشْرَفٍ

میرا اور تیرا فیصلہ کعب بن اشرف کرے گا۔ کعب بن اشرف جو بہت بڑا موذی انسان تھا۔ جس کو صحابہ کرام نے واصل جہنم کیا۔

یہودی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے رہا تھا لیکن یہ منافق بظاہر کلمہ گو کہتا ہے میں کعب بن اشرف سے فیصلہ کرواؤں گا۔ جس وقت یہ صورتحال سامنے آئی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی کہ جو اس طرح کلمہ پڑھتا ہے ہم اُس کے کلمے کا اعتبار نہیں کرتے، اُس کا سجدہ کیسا سجدہ ہے کہ جو ہمارے نبی علیہ السلام کے حکم کو ہی تسلیم نہیں کرتا اور فیصلے کہیں اور سے کرواتا ہے تو اس بنیاد پر قرآن و سنت کو چھوڑ کر دینی قرآن و سنت کی تشریحات جو فقہ حنفی کی شکل میں یا فقہ اسلامی میں موجود ہیں یہ قرآن و سنت کی ہی وضاحتیں ہیں۔ لہذا قرآن و سنت کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلے جانا، طاغوت کی طرف جانا ہے اور طاغوت کو مان لینا اور اس کو تسلیم کر لینا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے لازم کر دیا ہے کہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا یہ ہے کہ تم اپنے دنیاوی معاملات میں بھی کسی اور طرف نہیں دیکھ سکتے۔ تم ادھر ہی دیکھو گے اور یہی نظام تمہاری کمی پوری کرے گا اور یہی نظام تمہاری ہر موڑ پہ رہنمائی کرے گا۔ آج کی منہوس حکومت نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کر رہی ہے اور طاغوت کے نظام

کو اپنے ملک میں رائج کر رہی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ امریکہ میں یہ ہو رہا ہے اور چونکہ فلاں جگہ یہ نظام رائج ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ

اللہ تعالیٰ فرماتا کیا اب بھی جاہلیت والی باتیں کرتے ہیں اور وہ نظام تلاش کرتے ہیں۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ (سورۃ المائدہ ۵۰)

یقین والوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی حکومت کے سامنے کس کی حکومت ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں کون سا حکم ہو سکتا ہے۔ لہذا یہاں پر محض عقل کو معیار نہیں رکھا گیا۔ عقل کو سمجھ آئے یا نہ آئے، یقین والوں کی شان یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے دم نہیں ماریں گے جو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اُس کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے۔ یہ اچھی ہے اور یہ بُری ہے۔ یہ خوبصورت ہے اور یہ بدصورت ہے۔ اس مومن کی شان یہ ہے کہ اس کا ایمان تب کامل ہوگا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے معیار کو معیار سمجھے، اپنی عقل کو تابع رکھتے ہوئے اپنی زندگی نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق بسر کرتا رہے۔

خالق کائنات جل جلالہ نے سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر ۱۰ میں ارشاد فرمایا:

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب کسی چیز میں اختلاف تمہارے سامنے آجائے کہ یہ کام کرنا چاہیے یا نہیں کرنا چاہیے، تم اپنے طور پر سوچ رہے ہو ذہن میں کچھ دلائل کرنے کے آتے ہیں اور کچھ نہ کرنے کے دلائل آتے ہیں تو یہ تمہارا فیصلہ ذہن پر نہیں رکھا جائے گا بلکہ حُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ قرآن سے پوچھو سنت سے پوچھو اگر قرآن و سنت راضی ہیں تو

پھر فیصلہ کر لو پھر اس کے مطابق جو مسئلہ سامنے آ گیا ہے اُس کو پیش نظر رکھو اور اُس کو مقدم رکھو۔ کہیں بھی قرآن و سنت کو ناراض کر کے فیشن کو راضی کرتے ہوئے یا زمانے کو راضی کرتے ہوئے اپنی زندگی کے کسی کاروبار کا یا کسی دھندے کا اور کسی مصروفیت کا فیصلہ نہ کرو۔ اس واسطے کہ ہماری دنیا کو شریعت نے دین بنا دیا ہے۔

جن کی دنیا محض دنیا ہے وہ دھکے کھاتے پھریں اور خود سوچتے پھریں ہماری دنیا پر تو دین کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ لہذا جب دین نے ہمیں سب کچھ دے دیا ہے تو ہمیں اپنی چاہتیں خود اکٹھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت کے مطابق زندگی گزارنے کا نام مومن کی زندگی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۵۹ میں ارشاد فرمایا:

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ

اگر تمہارا کسی معاملے میں جھگڑا ہو جائے تو کیا کرو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے جاؤ۔ وہ جھگڑا اُن کے دربار میں پیش کر دو اور وہ دربار قرآن و سنت کا دربار ہے کیونکہ براہ راست کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے بات ہی نہیں کر سکتا۔“ مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت کے فیصلے کے تابع ہو جاؤ اور جو قرآن و سنت نے حل پیش کیا ہے اس کے مقابلے میں پھر یہ تاویلیں نہ بناؤ کہ یہ پرانے دین کی باتیں ہیں یہ ایکسپائر ہو چکا ہے۔ یہ اتنی صدیوں پہلے بات ہو رہی تھی اب بڑی نئی روشنی آ گئی ہے مومن کی یہ شان نہیں اس کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اس کی دنیا کا فیصلہ قرآن و سنت نے کیا ہے وہی حتمی فیصلہ ہے۔ اُسی کے اندر اس کی کامیابی کا راز موجود ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے معیار بیان کیا اس لحاظ سے بھی کہ جس کا تعلق ہماری پریکٹیکل لائف کے ساتھ ہے۔

آج بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ سارے معاملات ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے ہیں۔ اس دین کا جو حصہ ہماری عملی زندگی کے ساتھ منسلک ہے۔ معاذ اللہ وہ سرد خانے میں پڑا ہوا ہے۔ آج ہماری دوکانوں پر جو بیع و شراء کے معاہدے چل رہے ہیں اور جو تجارت کے قانون ہیں اُن میں بہت کم ہے جو شریعت کی طرف دیکھا جاتا ہو۔ صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ کمائی کس طریقہ سے زیادہ ہے اُس کی طرف لوگ متوجہ ہو جاتے ہیں اور یہاں تک کہ آج ہماری عدالتوں میں جو فیصلے ہو رہے ہیں اور تھانے کچہری میں جو قانون چل رہے ہیں وہ سارے انگریز کے قانون کے مطابق ہو رہے ہیں، کوئی قرآن و سنت سے پوچھنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتا۔ انگریز کے قانون پر ناپا جا رہا ہے تو یہ ہمارے دین کے ساتھ کتنی بڑی زیادتی ہے۔ یہ دین صرف مسجد و منبر و محراب کا دین نہیں، اس کا تعلق جوانوں کی جوانیوں کے ساتھ بھی ہے اور نیل کے پانیوں کے ساتھ بھی ہے، قیدیوں کا بھی دین ہے اور یہ ایمانداروں کی زندگی کے جو باطنی اسرار ہیں اُن کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے تمام جہتوں کے ساتھ انسان جب اپنے دین کے ساتھ منسلک ہوگا تو اس کے دین کو شرعی طور پر دین کہا جاسکے گا۔

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی علامت ایمان

اس کے متعلق دو آیات پیش کرتا ہوں:

قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۱ میں منافق کا طرز عمل بیان کیا گیا۔ مشرکین تو ویسے ہی اس دین کے نیچے آئے ہیں لیکن کلمہ گو ہو کے پھر یہ کہے کہ میری پرسنل لائف ہے اور یہ اسلام ہے کہ میں کلمہ تو پڑھوں لیکن میں خود عاقل بالغ ہوں، خود سوچ سکتا ہوں۔

دوسری طرف جو ایماندار ہے وہ کہتا ہے:

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

www.SirateMustaqeem.net

سب کچھ اُن کے قدموں پہ نثار ہے وہ جو فرمائیں گے وہی ہمیں منظور ہے۔
قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۱ یہ ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَىٰ الرَّسُولِ

جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ تم اُس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور آؤ تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔

آنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمہارا نیا مسئلہ آیا ہے اس کا حل ان سے کروائیں۔
قرآن سے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حل کروائیں۔ جب یہ منافقین سے کہا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہا ہے:

رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا

انہوں نے ماننا زبانوں کے اوپر رکھا ہوا تھا حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ کی حکومت کو تسلیم کیا جائے لیکن جو منافق ہے وہ پہلے نعرے لگا رہا تھا کہ ماننا ہوں کلمہ پڑھتا ہوں تو حید و رسالت کو ماننا ہوں سب کچھ ماننا ہوں لیکن جس وقت اُن سے کہا گیا اگر تم مانتے ہو تو پھر زندگی بھی انہیں کے مطابق گزارنا پڑے گی۔ تمہارے اس مسئلے کا حل جو نبی علیہ السلام بیان کریں گے وہ تمہیں ماننا پڑے گا اور جس طرح یہ تمہیں بازار میں دیکھنا چاہتے ہیں اُس انداز میں دوکان پہ بیٹھنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا

وہ جو تو حید میں تو انکار نہیں کرتے، اگرچہ وہ دل سے تسلیم نہیں کرتے لیکن زبان سے تو اقرار کرتے ہیں۔ رسالت کا بھی زبان سے اقرار کرتے ہیں، مگر نظام کو ماننا

کتنا مشکل ہے چونکہ اس کا تعلق براہ راست زندگی پر ہے اور فوراً ضرب پڑتی ہے۔
کاروبار مند محسوس ہونے لگتا ہے انسان سمجھتا ہے کہ میں تو پیسے کی دوڑ میں
پیچھے رہ رہا ہوں۔

فرمایا:

رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنْكَ صُدُودًا (سورہ النساء، آیت ۶۱)
آپ دیکھیں گے منافقین کو کہ وہ بھگوڑے ہو کے بھاگ رہے ہیں۔ دوسری
طرف منہ کر کے چل پڑے ہیں۔ اس بات پر وہ آہی نہیں رہے کہ جو ان کا حکم ہو گا وہ
ہم تسلیم کریں گے۔ یہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالائری کے لحاظ سے منافق کا
کردار ہے۔

مومن کی شان کیا ہے؟

سورۃ النور کی آیت نمبر ۵۱ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:
رَأَيْتَ كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ
يَقُولُونَ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝
اللہ تعالیٰ مومنوں کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ مومنوں کی
شان یہ ہے کہ جب ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لایا
جائے کیونکہ ان دونوں کا معاملہ تو ایک ہی ہے۔
یہ آج کچھ لوگ تقسیم کر رہے ہیں جبکہ یہاں تو بار بار اللہ تعالیٰ کی طرف اور اللہ
تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا جا رہا ہے۔
لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ

تا کہ یہ دونوں ذاتیں فیصلہ کر دیں اور یہاں بھی وہی قانون ہے۔
حالانکہ لغت اور گرامر کے لحاظ سے تو چاہیے تھا لِيَحْكُمَا

تاکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں فیصلہ کریں لیکن
قرآن نے کہا
لِيَحْكُمَ

فیصلہ جب ہے ہی ایک تو دو بنانے کی ضرورت کیا ہے۔ دو کی ضمیر لانے کی
ضرورت کیا ہے۔ لِيَحْكُمَ دونوں کا فیصلہ ایک ہی فیصلہ ہے۔ دونوں کے دربار کی
حیثیت ایک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ ہی کے تو نمائندہ ہیں۔

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمَ

تاکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے درمیان فیصلہ کر دیں

أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

یہ ہے جو آغاز میں کیا کہ مومن کا یہ نعرہ ہوتا ہے کیا سنا اور مان لیا۔

سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا

فوراً سنا اور مان لیا اُس میں یہ نہیں کہ دوستوں سے مشورہ کریں گے۔ کیا اس
طرح کرنے سے کاروبار پر زد پڑتی ہے یا نہیں فیصلہ کریں گے کیا ہماری زندگی میں کچھ
فرق آتا ہے یا کہ نہیں؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”وہ ایسا سوچتا بھی نہیں بلکہ فوراً وہ اعلان کرتا ہے میں نے
سن لیا اور مان لیا جس وقت سامنے اللہ تعالیٰ کا فرمان آجائے تو مومن کی شان یہ ہے کہ
وہ کہے گا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا ہم نے سنا اور ہم نے فوراً قبول کر لیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالائری اور بالادستی
جاننے والے لِيَحْكُمَ بَيْنَهُم جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا۔ یقیناً
جب دو کے درمیان فیصلہ ہوگا تو ان دو میں سے کسی ایک کے خلاف ہوگا اور یقیناً جب
کسی ایسی نوعیت کا فیصلہ ہوگا کہ ایسے کاروبار کرنا ہے یا نہیں کرنا تو اُس میں ضرور کوئی

ایسی صورتحال سامنے آئے گی کہ جس میں بظاہر بندے کو نقصان کا خدشہ ہو لیکن مومن کی شان یہ ہے کہ وہ نقصان کو نہیں دیکھتا وہ رحمن کو دیکھتا ہے اور وہ نقصان کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ اپنے نبی علیہ السلام کے فرمان کو دیکھتا ہے اس کو دیکھتے ہوئے زندگی گزارتا ہے تو کیا اس کو نقصان ہوگا؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

یہی کامیاب لوگ ہیں جو اپنی معاملاتی زندگی میں بھی اپنے فیصلے رائج نہیں کرتے، نبی علیہ السلام کی حکومت کو مانتے ہیں اور فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو یہ دو آیات ہمارے لئے معیار ہیں اس میں محاسبہ کے ماحول میں ہمیں آج ہی ابھی اپنا محاسبہ کرنا ہے کہ کیا ہم عملاً اسلام کے تقاضے پورے کر رہے ہیں اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی پر ہمارا عمل موجود ہے کہیں ایسا تو نہیں ہوتا کہ ہم محض ایک روٹی کے لقمے کیلئے اور پیٹ کی آگ کو بجھانے کیلئے باطل کا دھندا کر رہے ہیں اور باطل نظام کے پیچھے پڑے ہوئے ہوں اور باطل نظام کو ہم نے اپنی دوکانوں میں رائج کر رکھا ہو اور اپنے گھروں میں رائج کر رکھا ہو۔ نہیں نہیں

مومن کی شان یہ ہے کہ وہ تنقید نہیں کرے گا وہ اس میں تاویل نہیں کرے گا اس کو صرف یہ پتہ چل جانا چاہیئے اور پتہ لگانا اس پر فرض ہے کہ وہ جانے میں نے زندگی کس طرح گزارنی ہے جب یہ دین اس کے سامنے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی صورت میں تشریح آجائے گی تو مومن کی شان یہ ہے کہ فوراً سر تسلیم خم کرتا ہو انہیں دیکھے گا کہ نقصان ہوتا ہے یا فائدہ ہوتا ہے وہ یہ دیکھتے ہوئے کہ میرے رب نے میری طرف حکم بھیج دیا ہے اور میرے نبی علیہ السلام کا فرمان ہو تو مجھے اور کیا چاہیئے زندگی کی چند گھڑیاں ہیں روکھی سوکھی کھا کے گزار لوں گا مگر کبھی بھی اپنے محبوب علیہ السلام کو ناراض

نہیں کروں گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اُس کیلئے وعید فرمائی ہے جن نے اللہ و رسول کے فیصلے کو جاننے سے انکار کر دیا۔ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴۴ اور ۴۵ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ
جو اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہیں۔

پھر فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ
جو بندہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو وہ ظالم ہیں۔

پھر فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ
جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ فاسق ہیں۔

چونکہ اسلام کا تعلق دنیا کے ساتھ بھی ہے اور دین کے ساتھ بھی ہے وہ دنیا کو دین بنانا چاہتا ہے اگرچہ وہ کاروبار زندگی ہوگا لیکن جب شریعت مطہرہ کے سائے کے مطابق ہوگا تو جب گھر سے نکلتا تھا تو اس کے کندھے پر گناہوں کے بوجھ تھے اُس کو یہ تشویش تھی کہ آج پتہ نہیں بکری ہوتی ہے یا نہیں لیکن حلال کے سائے میں بیٹھ کر اُس نے دوکانداری کی ہے جب شام کا وقت آئے گا تو سارے گناہوں کی گٹھڑیاں کندھوں سے گر چکی ہوں گی۔ دوکان سے جب نکلے گا تو وہ گناہوں سے پاک ہو کے آ رہا ہوگا۔

چونکہ اسلام نے دنیا میں پاک بنانا ہے اس کا فیصلہ کتنا بڑا فیصلہ ہے اس کی حکومت کو مانیں گے تو ثواب ملے گا۔ اگر نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں

کہہ دیں کہ وہ ایک پرائیوٹ معاملہ ہے اُس کو رہنے دو۔

آج تو پھر دنیا میں یہی چلتا ہے پھر یہی کرنا پڑے گا یہ ایمانداروں کی شان نہیں۔ قرآن مجید کے کتنے سخت لفظ ہیں۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُونَ

یہ اُن لوگوں کے بارے میں ہے جو دین میں آئیں لیکن پھر اس کے نظام کو نہ مانیں جو دین میں آئیں لیکن حکومت کو تسلیم نہ کریں چونکہ اس کے پیچھے یہودیوں کا ذکر ہے۔ جنہوں نے زنا کی سزا کو اپنی کتاب میں چھپانے کی کوشش کی کہ ہم اُس کا صرف چہرہ سیاہ کر دیں گے اور گدھے پر بٹھادیں گے تو خالق کائنات نے فرمایا ”میں تمہارے ایسے دین کو نہیں دیکھوں گا جس میں تم مجھے سجدے تو کرو لیکن میری حدود نہ مانو“۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ

اگر تم نے میری حدود کے نظام کو چھوڑ دیا اور ان باتوں کو تم نے پس پشت ڈال دیا تو تم نے کیا میری توحید کو مانا، میری توحید کے ماننے کا مطلب یہ ہے کہ حکومت بھی میری مانی جائے۔ حکومت اور چودہ راہٹ تم کسی اور کی رکھو اُس چودہ راہٹ کے تحت تم فیصلے کرو اور کلمہ میرا پڑھو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”ایسا نہیں ہے“۔

بظاہر الفاظ میں بڑا فرق ہے:

کافر ہونا بہت بڑا خسارہ ہے۔

ایک جگہ فرمایا جو بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو وہ کافر ہے اور

دوسرے مقام پر فرمادیا کہ وہ ظالم ہے اور پھر فاسق ہے۔

تو ان آیات میں بظاہر اختلاف محسوس ہوتا ہے کافر ہونا بہت زیادہ خسارہ ہے وہ دائمی جہنمی بن گیا اور جو ظالم ہے یا فاسق ہے جو عام درجے کا ظالم ہے اُس کو جرم کے

مطابق سزا ملے گی پھر وہ جنت میں آجائے گی تو ان آیات کا مطلب کیا ہوا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہا اس کے معنی بیان کرتے ہیں:

مَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ جَاهِدًا فَقَدْ كَفَرَ

اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنا اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) دل سے انکار کرنا (۲) عملاً انکار کرنا

(۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا اس کا دل سے انکار کرتا ہے کہ یہ

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ درست ہی نہیں ہے۔ یہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ درست ہی نہیں ہے۔ سرے سے انکار کرنے کی وجہ سے یہ بندہ کافر ہو جائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کا دل سے انکار کر دیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے حکم کو دل سے تو تسلیم کرے لیکن عملاً اس کا انکار کر دے۔ اگر کوئی

شخص دل سے ہی منکر ہے وہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں جو چور کی سزا ہے۔ وہ معاذ اللہ ظالمانہ ہے وہ شخص پکا کافر ہے۔ اُس کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

حدود کے لحاظ سے جتنے بھی معاملات ہیں جب ان میں کسی کا دل سے انکار

کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ اگر دل سے انکار نہ ہو صرف عمل سے انکار ہو تو پھر اُس

کے بارے میں ظالموں کا حکم ہے اور فاسقوں کا حکم ہے تو اس بنیاد پر ہمیں اس کا بھی آج

محاسبہ کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر سے بھی بچائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ظلم اور فسق سے

بھی بچائے۔ جہاں سجدے کرنا نمازیں پڑھنا اور روزے رکھنا یہ سارے معاملات اللہ

تعالیٰ نے ہمارے لئے لازم کر رکھے ہیں وہاں اُس نے ہم پر اس بات کو بھی لازم کر دیا

کہ ہم اپنے معاملات اُس کے حکم کے تابع رکھیں بلکہ یہ معاملہ تو اتنا لازم ہے۔

کچھ مراحل ایسے آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی بندگی کے بارے میں یہ چھوٹ

دے دیتا ہے کہ ٹھیک ہے اگر تم کافر رہتے ہو تو کافر ہو اگر تم نے کلمہ نہیں پڑھنا تو ہم جبراً

تمہیں کلمہ نہیں پڑھائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو کس کی مجال ہے کہ اُس کی زبان سے کلمہ نہ نکلے لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم اپنی چاہت کے مطابق دین کو قبول کرو۔

جس وقت ایک مرحلہ ایسا آتا ہے کہ وہ جزیہ کی صورت میں قبول کر لیتا ہے ٹھیک ہے تم ذمی بن جاؤ، ٹیکس دیتے رہو، اپنے مذہب پر تم رہو، اب اس کا مطلب دوسرے لفظوں میں کیا ہوا کہ وہ ذمی ہے اللہ کو سجدہ نہیں کر رہا اور کلمہ اُس نے نہیں پڑھا۔ لیکن اُس سے حکومت منوائی گئی۔ وہ مقام جہاں پر جا گیر ہے سجدے کی، کافر کی حیثیت سے چھوٹ آگئی کہ ٹھیک ہے تم دین نہیں مانتے نہ مانو مگر حکومت تمہیں ہماری ماننا پڑے گی۔ حکومت اللہ تعالیٰ کی ماننا اتنا لازم امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک جزیہ کو باقی رکھا لیکن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آجائیں گے تو اُس وقت تو جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا یا اسلام یا پھر قتل کا فیصلہ ہوگا۔ لیکن آج اگر مسلم حکومت کوئی علاقہ فتح کر لیتی ہے اگر اُس کافر نے کلمہ نہیں پڑھا تو لیکن اُس نے حکومت کو مان لیا کہ میں ٹیکس دوں گا، میں عاجز بن کے رہوں گا، میں اکڑ کے نہیں چلوں گا، اُس کو ذمی قرار دے دیا جائے گا۔ اب اُس کے خون کو تحفظ دے دیا گیا یہاں تک نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: جس نے اس ذمی کو مارا قیامت کے دن اس کا کیس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میں لڑوں گا، اتنی اس ذمی کو حیثیت دے دی گئی اب اُس کا معاملہ کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ ہی نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کی حکومت کو اُس نے تسلیم کر لیا ہے جو اس سلطنت کے اندر اللہ تعالیٰ کا راج ہے نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی ہے، میں اس سے سرکشی نہیں کروں گا۔ میں اس کے خلاف نہیں چلوں گا، دیکھو اللہ تعالیٰ کے حکم کو ماننا اتنا لازم ہے اُس کی حکومت اور نبی علیہ السلام کے راج کو تسلیم کر لینا، جزیہ کو آج شریعت کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔

ٹھیک ہے اگر کسی نے کلمہ نہیں پڑھا مگر اُس کو ہمارے نظام کی مخالفت نہیں کرنا

ہوگی۔ نظام ہمارا ماننا پڑے گا اس واسطے نظام کی بات اتنی کام کی بات ہے کہ اس کو معمولی نہ سمجھا جائے۔

اگر آج ہم مسجدوں میں سجدہ کر لیں اور ہماری پکھریاں اس نظام سے خالی رہیں ہمارے معاملات زندگی اس نظام سے بالکل نا آشنا رہیں تو اس دین کا کتنا بڑا خسارہ ہوگا۔ حقیقت میں ہمارا ہی خسارہ ہوگا تو یہ دونوں معاملات بہت لازم ہیں اُس کی بندگی بھی بہت لازم ہے یعنی سجدہ کرنا روزہ رکھنا، اُس کی جو حکومت ہے اُس کو ماننا بھی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میری حکومت چلے یہ میرے بندے ہیں ان کی گردنوں پر میرا راج ہو، میری حکومت ہو، یہ میری حکومت کو مانیں، یہ اللہ تعالیٰ کے نظام کی بالادستی کا وہ معیار ہے جس پر آج بڑی توجہ کی ضرورت ہے، آج انسان بے راہ روی کا شکار ہوتا جا رہا ہے اور ستر بے مہار ہیں۔

بہت سے تو وہ باغی لوگ ہیں جو نماز روزہ کی طرف آتے ہی نہیں اور جو نماز روزہ کی طرف آچکے اُن میں سے کچھ کو بھول گئی ہوئی ہے کہ شاید ہم نے دین کا معاملہ مکمل کر لیا۔ اگر کسی صوفی نے بھی اللہ تعالیٰ کے نظام کو اور نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کے تحت زندگی کے شب و روز نہ گزارے تو اس کو اس کا شدید خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ دین متین کو ماننے کا نام ہی یہ ہے کہ عمل معاملات عقیدہ ہر لحاظ سے نبی علیہ السلام کے فیصلے کو تسلیم کر لیا جائے۔

”نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حاکمیت“

نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسا نظام ہے جو کسی کی حکومت کو اور نظام کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ دیگر تمام نظاموں پر اپنی حاکمیت چاہتا ہے۔

اس کے بارے میں بخاری شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔ جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ شریف سے دنیا کے مختلف

ممالک کو خطوط لکھے تھے تو اُن میں سے ایک خط ہرقل کو بھی لکھا گیا تھا۔ اُس خط کی عبارت یہ تھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ اِلٰی هِرَقْلَ عَظِیْمِ الرُّومِ
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا کہ یہ خط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اُن کی طرف سے عظیم روم ہرقل کے نام ہے پھر آگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبارت لکھ کر دعوت اسلام دے دی۔ اس وقت جو لقب رائج تھا وہ ملک روم تھا۔ ہرقل کو عظیم الروم کوئی بھی نہیں کہتا تھا۔ ملک روم کہا جاتا تھا، ملک بصری، ملک بحریں، ملک روم کہا جاتا تھا۔ روم کا بادشاہ روم کی سلطنت کا فرمانروا ملک روم اس وقت یہ اصطلاح تھی۔

مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو ملک روم کہہ کے خط نہیں لکھا، یہاں تک کہ ہرقل کے بھائی کو اتنا غصہ آیا۔ اُس نے خط پھاڑنے کی کوشش کی اور کہا کہ دیکھو اس نے خط میں تمہارا لقب ہی صحیح نہیں لکھا۔

لَمْ لَمْ یَقُلْ اِلٰی مُلِکِ الرُّومِ
انہوں نے ملک الروم کہہ کے تمہیں خط کیوں نہیں لکھا۔ وہ تمہیں ملک مان ہی نہیں رہے۔ ہرقل نے وہ خط پکڑ لیا اُس کو پڑھا:

اس مقام پر محدثین نے بحث کی ہے کہ آخروہ کیا تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو ملک کیوں نہیں کہا۔ حالانکہ تبلیغ کا ایک طریقہ ہے کہ نرمی برتی جائے تو نرمی کا مطلب یہ تھا کہ جس لقب سے وہ خوش ہوتا ہے وہ لکھا جائے تاکہ وہ بات کو سنے تو سہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک نہیں لکھا۔

تمام محدثین اور شارحین بخاری نے اس کا جواب دیا۔

ٹھیک ہے تبلیغ میں نرمی تو ضرور چاہیے لیکن ایسی نرمی بھی نہیں چاہیے کہ جس نرمی کی وجہ سے اصل دین ہی بدل جائے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں معاملات سامنے رکھے ہیں۔ آپ نے ملک نہیں لکھا، نرمی کرتے ہوئے عظیم لکھ دیا ہے یعنی عظیم الروم تو عظیم الروم کا مطلب کیا ہے کہ روم کے لوگ جس کی تعظیم کرتے ہیں۔ روم کے لوگوں نے جس کو اپنا بڑا بتایا ہوا ہے میں اُس کو خط لکھ رہا ہوں

ملک الروم کا مطلب بنتا ہے روم کی زمین کا مالک حضرت علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری کی جلد نمبر ۱، جلد ۱۵۹ پر لکھا۔ ایسے ہی ارشاد الساری میں اور ایسے ہی فتح الباری میں یہ جوابات موجود ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قل کو ملک الروم کیوں نہیں لکھا۔ بدرالدین عینی کہتے ہیں:

لَا نَهْ مَعْزُولٌ عَنْ الْحَكِيمِ بِحَكْمِ دِينِ الْإِسْلَامِ

اس دین نے آکر اس کو حکومت سے معزول کر دیا تھا۔ اسلام کے آجانے کے بعد صرف وہی ملک کہلائے گا جس کو اسلام ملک بنائے گا۔ اسلام جس کو ملک نہیں بنائے گا وہ اس کا حق دار نہیں کہ اُس کو زمین کا مالک بنایا جائے۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ السلام کی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح پر یہ لفظ ہیں:

وَاعْلَمُوا أَنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ. (بخاری شریف ۴۴۹/۱)

لوگوں یہ جان لو یہ زمین اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راج چلے گا۔ ہم تو اُس رسول کا کلمہ پڑھنے والے ہیں۔ جنہوں نے ایک سپر پاور جو بظاہر اُس وقت تھی اُس کے

بادشاہ کو ملک لکھنے سے انکار کر دیا کہ میں خود اس کو ملک جان جاؤں تو پھر پیچھے رہ گیا جائے گا ملک نہیں لکھا اس واسطے کہ وہ معزول ہے اُس کا تختہ اسلام نے الٹ دیا ہے۔ اسلام اُسی کو مانتا نہیں ہے۔ زمین اللہ کی ہے غیر مسلم اُس کا مالک کیسے ہو سکتا ہے؟ اُس کا حکمران کیسے ہو سکتا ہے؟ اُس کا بادشاہ کیسے ہو سکتا ہے؟ فرمایا ہم نرمی برتیں گے یہ لکھ دیتے ہیں عظیم الروم مگر ملک نہیں لکھیں گے۔ اس واسطے اسلام کے ہوتے ہوئے کسی کی حکومت نہیں چلتی۔

آپ دیکھیں کتنا معاملہ بگڑ گیا۔ آج ہمارے غیر مسلموں کے ساتھ جو ہمارے رویے چل رہے اور جتنا ہم اُن کے زیر دام آچکے ہیں کس قدر ہم سے دین متین ناراض ہو گیا ہوگا۔ اس انداز میں میرے محبوب علیہ السلام نے دعوت دی ہے۔

اَسْلِمُوْا تَسْلَمُوْا

اسلام مان لو تو بچ جاؤ گے ورنہ ہم تمہاری گردن اتا دیں گے۔

یہ اُس وقت انداز تھا جب مسلمان تھوڑے تھے۔ کروڑوں مسلمان ہوں پھر نیچے دب کر رہیں اور اُن کو اپنے اوپر پوری طرح سوار کر لیں۔ یہ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی نہیں ہے۔ نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے محبوب علیہ السلام نے خط لکھتے وقت بھی یہ لکھا تھا کہ قیامت تک میری اُمت کو مذاکرات کرتے ہوئے میری تعلیمات کو سامنے رکھنا چاہیے کہ ہم غیر مسلموں سے مذاکرات کریں گے تو نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں بھی ہمیں سبق دے رہا ہے۔ اُن کو ملو تو اس انداز سے اُن سے بولو تو اس انداز سے اُن کا ادب کرو تو اس انداز سے کرو اُن کو یوں اپنے سر کے اوپر نہ چڑھاؤ جس کی وجہ سے دین کی بے ادبی ہو جائے اور تمہارے ایمان کی بے ادبی ہو جائے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انداز میں اپنی اُمت کو تعلیم دی ہے۔ اب

صرف ایک بات بالکل مختصری بیان کرتا ہوں۔

جس وقت نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر نظاموں کے لحاظ دیکھتے ہیں اس

کی بالادستی کیا ہے آج بڑی بڑی ماڈرن حکومتوں نے اولڈ سٹیزن (Old Citizens)

کی تنظیمیں بنائیں کہ یہ جو بوڑھے والدین ہیں ان کا بھی ایک مقام ہوتا ہے ان کو بوجھ نہ

سمجھو۔ اُن کیلئے کچھ تنظیمیں بنادی ہیں۔ آج یہاں یہ شعور پہنچا ہے چودہ صدیوں سے

زائد عرصہ پہلے میرے محبوب علیہ السلام کی سوچ کا اُس وقت یہ جھنڈا لہرا رہا تھا۔

کتنا خوبصورت نظام ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بالادستی کا۔

ابوداؤد شریف میں حدیث شریف موجود ہے کہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رَأَى مِنْ أَجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ

آپ نے فرمایا جو بندہ بوڑھا ہو چکا ہے جس کی داڑھی کے بال سفید ہو گئے

ہیں اُس بوڑھے کو بوجھ نہ سمجھو وہ تمہارے معاشرے میں رحمت کی علامت ہے۔

رَأَى مِنْ أَجْلَالِ اللَّهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ

جس نے بوڑھے مسلمان کی عزت کی اُس نے اللہ تعالیٰ کا ادب کیا۔ اُس نے

اللہ تعالیٰ کا احترام کیا، جس نے ایک بوڑھی خاتون کا ادب کیا بوڑھے مسلمان کا مومن

مومنہ کا ادب کیا تو اُس نے اللہ تعالیٰ کا ادب کیا۔

اب دیکھو: دوسرے لفظوں کے مقابلے میں ہر جہت میں ایسی بالاتری اور بالادستی اس نظام

کی موجود ہے۔ میرا رب اس نظام کو عملی شکل میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین